شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ **رحیمیہ** لاہور

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور   مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا **مفتی عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

نومبر 2019ء / ربیع الاوّل 1441ھ   جلد نمبر 11، شمارہ نمبر 11 - قیمت: 20 روپے   سالانہ ممبرشپ: 200 روپے   تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

ترتیبِ مضامین

- خلافت کا مقصد؛ فتنہ اور فساد کا خاتمہ
- اطاعتِ رسول ﷺ کا تقاضا
- میزبانِ رسول ﷺ حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ
- پاکستان میں حکومت مخالف تحریکیں، اتحاد اور دھرنوں کی سیاست
- ارتفاقات کے اصولوں پر انسانیت کا اتفاق
- حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت؛ اصلاحات وکارنامے (2)
- سرمایہ کار یا بلیک میلر
- اُبھرتا ہوا مشرق اور عالمی سیاسی صف بندی
- حضور اکرم ﷺ تمام اقوام کے لیے معیار اور نمونہ ہیں!
- رحمت، شاہد، مبشر اور نذیر کا مطلب!
- دعوت الی اللہ کا صحیح طریقۂ کار
- رحمۃ للعالمین کا کردار اور آج کا مسلمان
- مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
- ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا کتب خانہ خانقاہ راشدیہ قادریہ کا دورہ
- نذرانۂ عقیدت بہ حضور حضرت رائے پوری رابعؒ
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (مولانا) سرحیم بخشؒ (صدر ریجنسی کونسل ریاست بہاولپور) آیا ہی کرتے تھے۔ جو ہمارے حضرات سے ان کو تعلق تھا، وہ بھی آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ مولانا سرحیم بخشؒ بھی حضرت (عالی رائے پوریؒ) سے ایک دفعہ کچھ ایسا ہی (انگریزی تعلیم کے متعلق) عرض کر رہے تھے کہ حضرت (عالی رائے پوریؒ) نے فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! صحبت کا اثر ہونا آپ کو تسلیم ہے۔''

انھوں نے تسلیم کیا تو حضرت (عالی رائے پوریؒ) نے فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! جس طرح صحبت کا اثر ہوتا ہے، اسی طرح تصنیف (مطالعہ کتب) کا بھی اثر ہوتا ہے۔''

(۱۴؍ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 12؍ اگست 1946ء، مقام: رائے پور)

(ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 146، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org

Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

خلافت کا مقصد؛ فتنہ اور فساد کا خاتمہ

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ (30:2)

(کہا فرشتوں نے: کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اُس کو جو فساد کرے اس میں، اور خون بہائے۔ اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ فرمایا: بے شک مجھ کو معلوم ہے، جو تم نہیں جانتے۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنے والے فرشتوں کے اجتماع میں حضرت آدمؑ کی خلافتِ ارضی کا اعلان کیا تو فرشتوں نے انسان سے پہلے زمین پر بسنے والی مخلوق یعنی حیوانات اور جنات کے حالات دیکھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ آپ اس زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں، جو زمین میں فساد مچائے اور خون بہائے۔ زمین میں خلیفہ بنانا اگر ضروری ہی ہے تو ہم مَلَکی نورانیت اور علمی صلاحیت کے سبب تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیرے مقدس احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں اور پوری ذمہ داری سے تمام سپرد شدہ امور سرانجام دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں اللہ کی نیابت اور خلافت کا مستحق وہ ہونا چاہیے، جو اعلیٰ علم وشعور اور عدل وانصاف کے ساتھ ذمہ داریاں سرانجام دیتا ہو۔ فرشتوں کا یہ سوال حقیقتِ حال کو سمجھنے کے لیے تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح کیا کہ تمھاری علمی اور عملی استعداد کا دائرہ بڑا محدود ہے۔ انسان کو خلیفہ بنانے سے متعلق میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ: فرشتوں کا سوال دو پہلو سے ہے: ایک یہ کہ انسان زمین میں فساد مچائے گا۔ دوسرے یہ کہ زمین میں اپنے جیسے انسانوں کا ہی خون بہائے گا۔ زمین میں انسان فساد تبھی مچاتا ہے، جب وہ جہالت کے سبب انسانی ترقی کے اعلیٰ علم وشعور سے ناواقف ہو اور ذاتی اور گروہی مفادات کے لیے ظلم وستم کا عادی ہو جائے۔ وہ انسانیت کے خلاف کام کرنے کے لیے زمین میں بھاگ دوڑ کرتا ہے اور جہالت پھیلاتا ہے۔ لوگوں کے درمیان تضادات کو اُبھارتا ہے۔ اُن کی بے شعوری سے فائدہ اٹھا کر انسانی معاشرے کی اجتماعیت کو توڑتا ہے۔ قرآن حکیم نے ایسے ہی ایک فسادی کردار کے حامل انسان کی چرب زبانی اور سخت جھگڑالو طبیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ''وہ سخت جھگڑالو ہے، اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو ملک میں فساد ڈالتا ہے''۔ (205:2) جس کے پاس علم وشعور نہیں ہوتا، وہ انسانی معاشرے میں منافرت اور جھگڑے پیدا کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسے علمی دلائل اور فہم وشعور سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ جہالت سوائے جھگڑا اور فساد پیدا کرنے کے کوئی اَور کردار ادا نہیں کرتی۔

فرشتوں کے سوال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ انسان خون بہائے گا۔ انسانوں کو ہلاک کرنے اور اُن کا خون بہانے کا کام وہی سفاک آدمی کرسکتا ہے، جو عدل وانصاف کے بنیادی خُلق سے بیگانہ ہو۔ ایسا انسان نسلِ انسانی کا دشمن اور انسانوں کی محنت ومشقت سے تیار کی ہوئی اشیا اور کھیتی باڑی کی تباہی اور بربادی کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے ایسے انسان کی دوسری عادت یہ بیان کی کہ: ''وہ انسانی نسل اور کھیتیوں کو تباہ کرے''۔ (205:2) بہیمیت کے حامل ایسے درندہ صفت انسان خلافت کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔

وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ: انسان کی حقیقت بیان کرنے کے بعد فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی دو خصوصیات بیان کیں: ایک علمی تسبیح وتحمید اور دوسرے اللہ کے احکامات کو مقدس سمجھتے ہوئے عدل وانصاف کے مطابق اُن کی پوری پابندی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر فرشتوں کے بارے میں فرمایا کہ: ''نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی، جو بات فرمائے اِن کو، اور وہی کام کرتے ہیں جو اِن کو حکم ہو''۔ (6:66) اس موقع پر فرشتے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح وتحمید کو اپنی اعلیٰ علمی کارکردگی اور پوری ذمہ داری کے ساتھ احکاماتِ الٰہیہ کی عملی پاسداری کو پیش کر رہے ہیں۔ اُن کے خیال کے مطابق تسبیح وتقدیس سے بڑھ کر مزید کیا ایسی اعلیٰ علمی صلاحیت اور عدل پر مبنی عملی پابندی اور ترقی ہوسکتی ہے کہ جس کے لیے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا جائے۔

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾: اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: انسان کو خلیفہ بنانے کے مقاصد واہداف کو میں خوب اچھے طریقے سے جانتا ہوں، انھیں تم نہیں جانتے۔ اس لیے کہ کرۂ ارض پر پیدا ہونے والا انسان روحانی طور پر مَلَکیّت کی خصوصیات کا حامل ہوگا اور اُس میں ارضیاتی خصوصیات سے بننے والی جسمانی بہیمیت بھی ہوگی۔ تمھارے اندر صرف مَلَکی اور نورانی حوالے سے علم وشعور اور احکاماتِ الٰہیہ کی پابندی کرنے کی استعداد ہے۔ زمین پر جس انسان کو خلیفہ بنانا مقصود ہے، وہ ایسی مخلوق ہے کہ جس میں مَلَکیّت پر مبنی نورانی علم وشعور کے ساتھ ساتھ ارضی خصوصیات سے وجود میں آنے والی بہیمیت بھی ہے۔ اسے حیوانیت کے سبب سے پیدا ہونے والے ظلم وجہالت کے مسائل سے نمٹنا ہے۔ انسان کو خلافت کی ذمہ داری اس لیے دی جا رہی ہے کہ وہ اپنی مَلَکیّت اور بہیمیت کے درمیان توازن قائم رکھے اور اعلیٰ علم وشعور اور بہترین عدل وانصاف کا مظاہرہ کرے۔

زمین پر خلیفہ بنایا جانے والا انسان تمام مخلوقات میں بہت اعلیٰ انداز میں بنایا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ''بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے'' (4:95)۔ اُس کا امتحان ہے کہ وہ مَلَکیّت اور بہیمیت کے باہمی ملاپ سے جو چیلنجز درپیش ہوں گے، انھیں علمی اور عملی دونوں پہلوؤں سے سمجھے اور اُن میں عدل وانصاف کے مطابق توازن قائم کرنے کے لیے خلافت کی ذمہ داریوں کو سرانجام دے۔ فرشتوں کی علمی اور عملی استعداد صرف مَلَکیّت سے متعلق امور سے ہے۔ چناں چہ انسان کی مَلَکی اور بہیمی امور سے متعلق علمی استعداد اور عملی صلاحیت کا تقاضا ہے کہ اُسے زمین میں خلیفہ بنایا جائے، تاکہ وہ بہیمیت سے پیدا ہونے والی ظلوم وجہول کی حالت سے نکل کر علم وشعور اور عدل وانصاف کے قیام کی ذمہ داریوں کو نبھائے۔ چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے اپنی اسی اعلیٰ علمی استعداد کا مظاہرہ کرتے ہوئے حیوانی تقاضوں سے متعلق معلومات اور مَلَکیّت کی اساس پر انھیں حل کرنے سے متعلق علوم کی اعلیٰ استعداد کا مظاہرہ کیا، جس سے دونوں دائروں سے متعلق ان کی اعلیٰ علمی استعداد نے اس حقیقت کی نشان دہی کی کہ وہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

اطاعتِ رسول ﷺ کا تقاضا

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضؓ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى.'' قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ مَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: ''مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى.'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر7280)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میری ساری اُمت جنت میں جائے گی، سوائے اس کے جس نے سرکشی کی۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! سرکش کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ سرکش ہے۔'')

دینِ اسلام میں اطاعتِ الٰہی کے بعد دوسرا درجہ نبی ﷺ کی اطاعت کا ہے۔ محبتِ الٰہی کا ثبوت بھی قرآن نے اتباعِ رسولؐ کو قرار دیا ہے۔ نبیؐ کی اطاعت کا معیار یہ ہے کہ آپؐ نے جس عمل کو اپنی زندگی کا مشن بنایا' اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

اس حدیث میں نبی اکرمؐ نے اطاعتِ رسولؐ سے انحراف کرنے والوں کو سرکش قرار دیا ہے۔ سرکشی ایسا جرم ہے جو انسان کو سزا کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اس بنا پر ہر مسلمان کو خصوصیت سے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اطاعتِ رسولؐ کے کون سے اہم پہلو ہیں، جنھیں ہم ترک کر بیٹھے ہیں اور ان کو اختیار کرنا وقت کا تقاضا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ضمن میں سب سے اہم پہلو دین کا درست فہم حاصل کرنا اور اس کے ابلاغ کا عمل ہے۔ اس مقصد کے لیے نبی اکرمؐ نے مکہ مکرمہ میں اپنوں اور غیروں کی مخالفت کو برداشت کیا۔ اسی کے لیے آپؐ نے جماعت سازی کی۔ اسی کی خاطر آپؐ نے ذاتی حقوق قربان کر دیے، حتیٰ کہ اپنی جان کو لاحق خطرات کی پرواہ نہ کی۔ بیت اللہ شریف آپؐ کو بہت عزیز تھا، مگر حق کے غلبے کی خاطر اس کے قرب کو آپؐ نے قربان کر دیا اور مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ اسی مقصد کے لیے آپؐ نے جنگیں لڑیں۔

زندگی بھر رسول اللہؐ کا اہم ترین ہدف مظلوموں کی حمایت اور مدد کا رہا ہے۔ رسول اللہؐ نے کسی بھی صاحبِ منصب حتیٰ کہ اپنے قریبی اعزہ کو اس راہ کی رکاوٹ نہ بننے دیا۔ یہ جذبہ قوم سے بلند ہو کر پوری انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ آپؐ کے اس اولوالعزم کردار کی وجہ سے قرآن نے آپؐ کو رحمت للعالمین کا پُرشکوہ لقب دیا۔ گویا ذاتی اَخلاق کی اصلاح کے ساتھ پورے معاشرے کے اَخلاق کو درست کرنا بھی آپؐ کا مستقل عمل رہا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ: ''مجھے اَخلاقیات کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔'' (رواہ البخاری) رسول اللہؐ نے دین کے فہم کو عام اور غالب کرنے کے لیے انتہا درجے کی کوشش کی ہے۔ آج رسول اللہؐ کی سیرت کا اکثر حصہ ہمارے معاشرے سے نکل چکا ہے۔ ہمارا محبتِ رسولؐ کا دعویٰ تقاضا کرتا ہے کہ ہم آپؐ کے اس طرزِ زندگی کو اپنائیں، جس پر آخر وقت تک آپ ﷺ عمل پیرا رہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب خالد بن زید اَنصاریؓ

حضرت ابوایوب خالد بن زید اَنصاریؓ قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار کے فرد اور اس خاندان کے سربراہ تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کا اپنا باغ تھا۔ آپؓ نے منیٰ کی ایک گھاٹی (عقبہ) میں حضور اکرمؐ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ مدینہ واپس آ کر اپنے اہل و عیال اور احباب کو دینِ حق کی دعوت دی۔ سب سے پہلے اپنی بیوی کو حلقہ توحید و رسالت میں داخل کیا۔ آپؓ کو میزبانِ رسولؐ ہونے کا شرف ملا۔ آپؓ نے اس کا حق ادا کر دکھایا۔ آپؓ کو یثرب کے اوّلین داعی و معلم حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کا دینی بھائی بنایا گیا۔

سفرِ ہجرت میں حضور اکرمؐ جمعہ کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ ہر مسلمان کی خواہش تھی کہ حضورؐ ہمارے ہاں جلوہ فرما ہوں، لیکن آپؐ نے فرمایا: ''یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں ٹھہرے گی، وہیں ہمارا قیام ہوگا۔'' آخر کار اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان کے قریب بیٹھ گئی اور آپؐ وہیں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوایوبؓ اور ان کی اہلیہ کی طرف سے حضورؐ کے لیے محبت و ادب و احترام کی انتہا تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں خوش نصیب ترین افراد تھے اور ''باادب بانصیب'' کے پوری طرح مصداق تھے۔ اسی لیے تو خالقِ کائنات کی طرف سے اپنے حبیبؐ کے اوّلین میزبان کے طور پر انھیں دونوں میاں بیوی کو منتخب کیا گیا تھا۔

اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر حق و باطل کے درمیان پیش آنے والے ہر معرکے میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی شرکت کا سلسلہ عہدِ نبویؐ اور اس کے بعد خلفائے اربعہؓ کے دور میں بھی جاری رہا۔ پھر حضرت معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں بھی ان کی یہی کیفیت رہی۔ آپؓ کا علمی مرتبہ صحابہ کرامؓ کے ہاں مُسلَّم تھا۔ صحابہ کرامؓ آپؓ سے اختلافی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے۔ علومِ نبویؐ کی حفاظت اور شوق میں آپؓ والیٔ مصر حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ایک حدیث کی روایت کی تحقیق اور تصحیح کے لیے بڑھاپے میں مدینہ منورہ سے مصر گئے۔ حق گوئی آپؓ کی صفت تھی۔ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں قابلیت اور حسنِ تدبیر کی وجہ سے آپؓ کو مدینہ منورہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ سابقہ حسنِ خدمت کی بنیاد پر حضرت علیؓ نے آپ کا وظیفہ چار ہزار درہم سے بڑھا کر بیس ہزار درہم کر دیا۔

ابوظبیانؒ کہتے ہیں کہ آپؓ یزید بن معاویہؓ کے ساتھ روم کے جہاد میں شریک تھے۔ وہ بیمار ہو گئے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ: ''جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میری طرف سے سلام کہنا اور انھیں بتا دینا کہ میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' مجھے لے کر چلتے رہو اور جہاں تک ممکن ہو، مجھے لے کر ارضِ روم میں بڑھتے چلے جاؤ۔'' حضرت ابوایوب انصاریؓ قسطنطنیہ کے جہاد کے لیے جاتے ہوئے ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ وہیں فصیلِ قلعہ کے باہر آپؓ مدفون ہیں۔

www.rahimia.org

شذرات

پاکستان میں حکومت مخالف تحریکیں
اتحاد اور دھرنوں کی سیاست

پاکستان اپنی عمر کی پون صدی مکمل کرنے کو ہے، لیکن اسلام اور عوام کے نام پر بننے والے اس ملک میں اسلام اور عوام آج بھی سیاست دانوں اور حکمرانوں کے ہاتھوں بازیچۂ اَطفال بنے ہوئے ہیں۔ گزشتہ 73 سالوں سے اقتدار کی پارٹیاں، ان کی ہم نوا جماعتیں اور سرپرست' اتحادوں اور دھرنوں کی سیاست کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ پون صدی بعد پاکستان کے عوام ان سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ جس ملک کے قیام کی اساس اسلام اور عوام بتائے جاتے رہے ہیں، جس میں اقتدار کی پارٹیاں اور حزبِ اختلاف دونوں ہی اسلام کا نعرہ لگاتی رہی ہیں، جس ملک کا آئین اور دستور اسلامی ہو، جہاں کی عدالتیں، اسمبلیاں، فوج اور عدلیہ اسلام کو اپنا دین قرار دیتی ہوں، جہاں انتظامیہ، پولیس اور بیوروکریسی اسلام کی دعوے دار ہو اور جس ملک کے ننانوے فی صد عوام بھی مسلمان ہوں، آخر اس ملک میں گزشتہ 73 سالوں سے اسلام کو کس نے روکا ہوا ہے؟ اور عوام کو ان کے حقوق سے کس نے محروم رکھا ہوا ہے؟ آج بھی ہمارے کوچہ و بازار سے لے کر قومی شاہراہیں دھرنوں، احتجاجوں، جلسوں اور جلوسوں کی آماجگاہیں بنی ہوئی ہیں۔ کس کا کس سے مطالبہ ہے؟ آخر تم ہی تو گزشتہ پون صدی سے اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک رہے ہو۔ پاکستان کے 73 سالہ دورِ اقتدار کی مالک ساری پارٹیاں حکومت مخالف اتحاد کا حصہ ہیں اور وہ اسلام اور عوام کے نام پر وہ مطالبات لے کر شہرِ اقتدار میں پہنچی ہیں، جن کو انھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں کبھی اہمیت نہیں دی۔ بس یہی پاکستان کی سیاست ہے! اگر پاکستان کے سیاسی ڈھانچے اور حکومتی نظام کا بہ غور جائزہ لیا جائے تو دراصل یہاں کی تمام جماعتیں پاکستان میں موجود بحرانوں اور اس کو لاحق خطرات کی ذمہ دار قرار پاتی ہیں۔

پاکستان میں جب بھی حکومتیں گرانے کی تحریکیں چلتی ہیں، اقتدار کے حریف دو طاقت ور فریقوں کے درمیان لڑائی ہوتی ہے۔ ایک فریق ایوانِ اقتدار میں بیٹھا ہوتا ہے اور دوسرا اقتدار سے باہر ہوتا ہے۔ ایوانِ اقتدار میں بیٹھا فریق جمہوریت کو بچانے کی دُہائی دیتا ہے اور سڑکوں پر زور آزمائی کرنے والا فریق اسلام اور عوام کے نام کو استعمال کرکے اپنے لیے اقتدار کی راہ ہموار کرتا ہے۔ درحقیقت یہ دو طاقت ور فریقوں کی لڑائی ہوتی ہے، جن کا اسلام اور عوام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، بالآخر ان کی اس جنگ کا خاتمہ نظام کو بچانے کے سمجھوتے پر ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ دونوں کی زندگیاں نظام کے دم سے قائم ہوتی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو تیسری قوت سے ڈراتے دھمکاتے بغل گیر ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں اس نوع کی تحریکوں کے مطالعے سے یہاں سرمایہ درانہ نظام کے زیرِ سایہ پروان چڑھنے والی طرزِ سیاست کے طور طریقوں کو سمجھا جاسکتا ہے کہ جہاں حکومتوں اور اپوزیشن پارٹیوں دونوں کے پیچھے طاقت کے مراکز آ کھڑے ہوتے ہیں اور ان دونوں کی ڈوریاں وہیں سے ہِل رہی ہوتی ہیں۔ یہ طاقت کے مراکز خواہ قومی سطح کے ہوں یا بین الاقوامی سطح کے، ان کا بنیادی منشا ملک میں سیاسی عدمِ استحکام کی فضا کو قائم رکھنا ہوتا ہے، تاکہ یہ ملک قومی ترقی کی سیدھی راہ پر نہ چل نکلے۔

یہ آپس میں برسرِ پیکار پارٹیاں اسی نظام کی پارٹیاں ہیں، جو اس نظام کی چھتری تلے آپس میں دست و گریبان بھی ہوتی ہیں اور اس نظام کو بچاتی بھی ہیں۔ اب اس ملک کی تقدیر عوام کے کسی حقیقی اتحاد کی راہ تک رہی ہے۔ موجودہ دھرنوں اور جلسوں سے عوام کے مقدر اور قسمت کو نہیں بدلا جاسکتا۔ ہم نے ستمبر 2014ء میں بھی اسلام آباد میں دھرنا دیے بیٹھی پارٹی جو آج حکمران پارٹی بھی ہے، کے متعلق بھی یہی کہا تھا کہ:

''اس موقع پر ان سیاسی قوتوں کا تجزیہ بھی ضروری ہے جو عوام کے خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے کی دعوے دار ہیں اور عوام بھی ان پر اعتماد کرکے اپنے گھر بار اور کاروبار کو چھوڑ کر ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہے۔ وہ اسلام آباد میں اپنے ساتھ شریک عوام کو آزادی، انقلاب اور نئے پاکستان کا سنہرا سپنا دکھا رہی ہے۔..... یہ ان کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے کہ وہ اپنے ایجنڈے کے مطابق کسی بڑی تبدیلی کو ممکن بنا سکیں۔ الغرض! موجودہ کشیدگی اور کشمکش کا اونٹ جس کروٹ بھی بیٹھے، سرِ دست نظام کی مکمل تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اگر کچھ ہوا بھی تو اس گلے سڑے کلاسیکل سرمایہ دارانہ نظام کی جگہ ایک نیا مغربی ملکوں کی طرز پر ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ نظام کا جدید ماڈل لانے کے لیے یہ قوتیں استعمال ہو جائیں گی، لیکن پہلے راؤنڈ میں یہ بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ اس کی بڑی وجہ نئے نظام کو چلانے کے لیے جس استعداد اور صلاحیت کی ضرورت ہے، موجودہ تبدیلی کی دعوے دار جماعتیں اس سے یکسر خالی نظر آتی ہیں۔ یہ قوتیں اسی نظام کے ساتھ کسی مشترکہ مفادات کے ایجنڈے پر صلح کرلیں گی، یا بعض شخصیات کے استعفے پر یہ تحریک اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔ مکمل تبدیلی کا خواب ادھورا رہ جائے گا، جو کسی انقلابی پارٹی کی مکمل تیاری کا مرہونِ منت ہی ہوگا۔''

آج کے دھرنوں کے بارے میں بھی ہمارا یہی خیال ہے کہ اس کے ذریعے اقتدار کی اپنی حریف قوت کو کسی سمجھوتے پر تو مجبور کیا جاسکتا ہے، لیکن اس سے کسی قومی سطح کی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ 2014ء کے دھرنے میں موجودہ حکمران پارٹی اپنی ایک مختصر اتحادی کزن پارٹی کے ساتھ اسلام آباد میں پارلیمنٹ کے سامنے خیمہ زن تھی اور موجودہ حزبِ مخالف کی ساری پارٹیاں آئین، جمہوریت اور پارلیمنٹ کے تحفظ کی دعوے دار تھیں۔ اب کے یہ ساری پارٹیاں ایک نیم مذہبی سیاسی جماعت کی بغل میں بیٹھی ہیں اور پارلیمنٹ سے باہر وہی کچھ کہہ رہی ہیں، جو کل یہاں کھڑی آج کی حکمران پارٹی کہہ رہی تھی اور آج پارلیمنٹ میں کل کی احتجاجی پارٹی وہی کچھ کہہ رہی ہے جو اس وقت کی حکمران پارٹی کہہ رہی تھی۔ باتیں وہی ہیں، صرف چہرے، زبانیں اور حلق تبدیل ہوئے ہیں۔ یہی اس نظام کی حقیقت ہے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

ارتفاقات کے اصولوں پر انسانیت کا اتفاق

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّۃُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

[چاروں اصولِ ارتفاقات کی مسلمہ حیثیت]

''جاننا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک دنیا کے آباد ممالک میں سے کوئی شہر اور معتدل مزاج و عمدہ اَخلاق والی قوموں میں سے کوئی قوم ان (چار) ارتفاقات سے خالی نہیں ہے۔ ہر ایک صدی اور ہر ایک طبقے میں تمام قوموں کے لوگ ان اصولِ ارتفاقات کو تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کی شدید مذمت کرتے رہے ہیں۔ یہ اصول اپنی مسلمہ حیثیت اور شہرت کے سبب تمام اقوام میں بدیہی اور ظاہری حقیقت کے طور پر مانے جاتے ہیں۔

[ارتفاقات کی مختلف عملی صورتیں مسلمہ حیثیت کے منافی نہیں]

اس سلسلے میں قوموں کے درمیان ارتفاقات کی مختلف عملی صورتیں اور جزوی اختلاف تمھیں ہماری اس بات کو ماننے سے باز نہ رکھے۔ اس لیے کہ مثلاً:

(1) مُردے سے اٹھنے والی بدبو کو ختم کرنے اور اُس کے جسمانی ستر کو چھپانے پر تمام مذاہب اور اقوام میں اتفاق ہے۔ پھر اس کی عملی صورتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے:

الف: بعض لوگ اپنے مُردوں کو زمین میں دفن کرنا پسند کرتے ہیں۔

ب: بعض نے اپنے مُردوں کو آگ میں جلانا مناسب سمجھا۔

(2) تمام مذاہب اور اقوام میں لوگوں کے مجمع میں نکاح کی تشہیر اور اُسے زنا سے الگ حیثیت دینے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ پھر اس کی عملی صورتوں میں اختلاف ہے:

الف: بعض لوگوں نے نکاح کی عملی صورت کے لیے گواہوں کا ہونا، ایجاب و قبول کرنا اور (شادی کے موقع پر) ولیمے کی دعوت کرنا ضروری سمجھا۔

ب: بعض لوگوں نے ڈھولکی بجانا، گانا گانا اور بڑی دعوتوں کے موقع پر عمدہ اور قابلِ فخر لباس پہننے کو پسند کیا۔

(3) تمام قومیں چوروں اور زانیوں کو سزا دینے پر متفق ہیں، پھر سزا کی عملی صورتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے:

الف: بعض (زانی کو) سنگسار اور (چور کا) ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتے ہیں۔

ب: بعض لوگ ان کی خوب پٹائی کرنے، قید بامشقت میں رکھنے اور اُن سے سخت مالی تاوان وصول کرنے کی سزائیں دیتے ہیں۔

[بے عقل اور فاسق و فاجر کا عمل ارتفاقات کی مسلمہ حیثیت کے منافی نہیں]

دو طرح کے لوگوں کی عملی مخالفت ارتفاقات کی اس مسلمہ حیثیت کے منافی نہیں ہے:

(1) ایک ایسے بے عقل اور دیوانے جو جانوروں کی سی حالت بنائے رکھتے ہیں۔ ان کے بارے میں جمہور لوگوں کو کوئی شک نہیں ہوتا کہ اُن کے مزاج ناقص ہیں اور ان کی عقلیں ادھوری ہیں۔ ایسے مجنون افراد کی جانب سے ارتفاقات کی عملی پابندیوں کی خلاف ورزی کو ان کی کم عقلی پر استدلال کیا جاتا ہے۔

(2) دوسرے فاسق و فاجر لوگوں کا اصولِ ارتفاقات کو نہ ماننا۔ اس لیے کہ اگر ان لوگوں کے دلوں کے حال کی تحقیق و تفتیش کی جائے تو یہ بات ظاہر ہوگی کہ وہ اصولِ ارتفاقات پر یقین رکھتے ہیں، لیکن ان پر شہوتوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ وہ ارتفاقات کی پابندی نہ کر کے خود اپنے فسق و فجور کی گواہی دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کی بیٹیوں اور بہنوں سے تو زنا کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کی بیٹیوں اور بہنوں سے زنا کرے تو اُس پر غضب ناک ہو کر بھڑک اُٹھتے ہیں۔ تب انھیں اپنی تکلیف سے لوگوں کی تکلیف اور مصیبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز انھیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اصولِ ارتفاقات کی خلاف ورزی کرنے سے مملکت کے اجتماعی نظم و نسق میں کیا بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، لیکن انھیں خواہشات نے اندھا بنایا ہوتا ہے۔ اسی طرح چوری، ڈاکہ وغیرہ امور کے بارے میں بھی ان کا حال ایسا ہی ہے۔

[فطرتِ انسانی کی وحدت؛ ارتفاقات پر اتفاق کا سبب]

یہ گمان کر لینا بھی مناسب نہیں ہے کہ تمام اقوام کا ان اصولِ ارتفاقات پر اتفاق بغیر کسی وَجہ کے ہے، مثلاً تمام مشرقی اور مغربی ممالک کے لوگوں کا کسی ایک کھانے پر اتفاق بے سبب نہیں ہے۔ اس سے زیادہ غیر علمی اور غیر منطقی بات کوئی اَور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ اتفاق انسانی فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے۔ چناں چہ دنیا بھر میں انسانی مزاجوں کے اختلاف، دور دراز کے ملکوں اور شہروں میں بسنے اور مختلف مذاہب و ادیان کے باوجود ان اصولِ ارتفاقات پر اتفاق کا سبب انسانوں کی وہ فطری مناسبت ہے، جو اُن کی صورتِ نوعیہ کے حوالے سے ہوتی ہے۔ یہ فطری وحدت افرادِ انسانی کو بہت کثرت سے پیش آنے والی معاشی احتیاجات اور ان کے مزاجوں کو نوعِ انسانی کے صحت مندانہ معیار کو برقرار رکھنے والے اَخلاق سے وجود میں آتی ہے۔

[ارتفاقات نوعِ انسانی کا فطری تقاضا ہیں]

اگر کوئی انسان شہروں سے دور کسی بستی میں پرورش پائے اور اُس نے رسمی طور پر کوئی علم نہ سیکھا ہو، پھر بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ اُسے بھوک، پیاس اور جنسی تقاضوں کی حاجات ضرور پیش آتی ہیں۔ وہ ضرور کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا شوق رکھتا ہے۔ اگر ان دونوں کا مزاج صحت مندانہ ہو تو ان سے ضرور اولاد پیدا ہوگی۔ اس طرح آہستہ آہستہ چند گھرانے ایک جگہ اکٹھے ہو کر آباد ہو جاتے ہیں۔ ان کے درمیان باہمی معاملات سرانجام پاتے ہیں۔ یوں ان میں ارتفاقات سے متعلق امورِ اوّل سے آخر تک منظّم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اُس جگہ بسنے والے کثرت سے ہو جائیں تو ضرور اُن میں اعلیٰ اَخلاق والے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح اُن میں ایسے واقعات سامنے آتے ہیں، جن سے اگلے درجے کے باقی تمام ارتفاقات وجود میں آتے ہیں۔ واللہ اعلم!''

(مبحث الارتفاقات، باب اتفاق الناس علیٰ اصول الارتفاقات)

www.rahimia.org

تاریخ اسلام کے ناقابل فراموش واقعات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت
اصلاحات و کارنامے (2)

کامیاب حکمران کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے حقوق کا پاسبان و نگہبان ہو۔ رعایا کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی حقوق کا تحفظ کرے۔ معاشرے میں امن و امان اور سکون و اطمینان کی فضا قائم کرے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی ذات والا صفات میں کامیاب حکمران کی یہ تمام خوبیاں موجود تھیں۔ آپؓ کا بیس سالہ دورِ خلافت امن و عافیت اور مسلمانوں کی دینی و سیاسی وحدت کا دور ہے۔ رعایا کا ہر فرد آپؓ کی انتظامی صلاحیتوں اور حسنِ سلوک کا معترف تھا۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ''حضرت معاویہؓ کا رعایا سے سلوک بہترین حکمرانوں کی طرح تھا۔ آپؓ کی رعایا کو آپؓ سے محبت تھی اور صحیحین کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے بہترین حکام وہ ہیں، جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کے لیے دعائیں کرو، وہ تمھارے لیے دعائیں کریں۔ اور تمھارے بدترین حکام وہ ہیں، جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔'' (منہاج السنہ، ج3، ص189) حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں انسانی فلاح کے بہت سے کام کیے۔ چند ایک اختصار کے ساتھ ہم ذکر کرتے ہیں:

سیاسی اصلاحات: آپؓ نے معاشی و معاشرتی اور انتظامی لحاظ سے خودمختار صوبے تشکیل دیے، جو بڑی حد تک خودکفیل تھے اور سیاسی اعتبار سے اس قابل کہ اپنے علاقے کا اچھی طرح انتظام و انصرام کرسکیں۔ ہر علاقے کی فوج بھی مقامی لوگوں سے منظّم کی جاتی۔ پولیس کا نظام بھی مقامی تھا۔ علاقے کی اکثر آمدنی اسی علاقے پر خرچ کی جاتی۔ باہر سے آنے والے مسافروں کے لیے اقامت گاہیں قائم کی گئیں، جہاں ان کے قیام و طعام کا بندوبست ہوتا۔ مزید یہ کہ ہر شہر میں سرکاری اہلکار مقرر ہوتے، جو روزانہ صبح کو اپنے اپنے علاقوں کا گشت کرکے معلوم کرتے کہ کسی محلے میں کوئی مہمان آیا ہے؟ کس کے ہاں ولادت ہوئی ہے؟ یہ اہلکار معلومات حاصل کرکے دفتر کو اطلاع دیتے اور وہاں سے ان کی غذائی ضروریات کا انتظام کیا جاتا۔ مفت طبی امداد کے لیے شفاخانے قائم کیے گئے۔ جہاں ہر شخص کو ہر قسم کی طبی امداد سرکاری طور پر مفت ملتی۔ مفت طبی امداد مسلم حکومتوں کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔ غرضیکہ انسانی فلاح و بہتری کے لیے وہ سب طریقے اختیار کیے، جن سے عام انسانوں کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں سہولت و آسانی میسر ہو۔

زرعی اصلاحات: حضرت امیر معاویہؓ نے تمام زمینیں سرکاری ملکیت قرار دے کر لوگوں کو یہ حق دے دیا کہ جو شخص زمین کاشت کرے گا، اس سے انتفاع کا حق اسی کا ہے۔ زراعت کی ترقی کے لیے نہریں کھدوائیں، جن سے لاکھوں ایکڑ اراضی سیراب ہوتی تھی۔ پانی کی اس فراوانی سے صرف مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں نہری پانی سے سیراب ہونے والی زمین سے ڈیڑھ لاکھ وسق کھجوریں اور ایک لاکھ وسق گندم پیدا ہوتی۔ (وفاء الوفاء، ج2، ص237) جہاد و فتوحات کے نتیجے میں چاروں طرف سے مالِ غنیمت آ رہا تھا، جو مستحقین میں تقسیم ہوتا تھا۔ خصوصاً اہلِ بیت کے ساتھ داد و دہش بہت زیادہ تھی۔ (ابن ابی الحدید، ص823) اُمہات المؤمنین کی خدمت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

سرمایہ کار یا بلیک میلر

اندرونی مسائل اور عالمی دباؤ کچھ بھی ہو، اب پاکستان کو بہت کچھ بدلنا ہوگا۔ لیکن ہمارا قومی مزاج کہ 'دوسرا ٹھیک ہوجائے، ہماری خیر ہے' کی وَجہ سے ہماری معیشت کو یقیناً دُشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ معیشت کے زوال آمادہ ہونے پر روز ٹی وی پروگرام کیے جاتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے میڈیا گروپ اور ان میں کام کرنے والے تنخواہ دار صحافی جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے پر جُتے ہوئے ہیں۔

دراصل پاکستان کے سب ہی بڑے سرمایہ کار گزشتہ دس سال میں دو پارٹیوں کے اقتدار میں خوب مال بنا چکے ہیں۔ اُن سب کا طریقۂ کاروبار مفاد پرستی اور طُفیلیت پر مبنی رہا ہے۔ چناں چہ بجلی کے کارخانے چلے بغیر حکومت سے معاوضہ، گاڑیوں کے 100 فی صد پُرزوں کو درآمد یا سمگل کرکے گاڑیوں کی تیاری اور مہنگے داموں فروخت، درآمدات کی قیمتِ خرید کو کاغذوں میں کم دکھا کر درآمدی ٹیکس کی چوری، ایسی کارگزاریاں لوگوں کی نظروں میں نہ آنے پائیں، اس مقصد کے لیے ایک طاقت ور میڈیا، جس کے لیے ان سرمایہ کاروں کی لوٹ مار پر مشتمل کارستانیوں سے زیادہ اہم 'جیل میں سابق وزیراعظم اور اُن کی بیٹی کو کیا سہولتیں ملیں گی؟' ہے، یا زیادہ سے زیادہ 'حکومت مخالف دھرنا کامیاب ہوگا یا ناکام ہوگا'۔ چناں چہ گزشتہ دو سالوں میں میڈیا نے چیخ چیخ کر کہا کہ ملکی معیشت کو بڑے بڑے چیلنجز درپیش ہیں۔ اگر قرض نہ لیا تو ملک دیوالیہ ہوسکتا ہے۔ کرنسی گرانا ضروری ہے، ورنہ زرِمبادلہ کے ذخائر ختم ہوجائیں گے۔

دوسری جانب جب حکومتی مالیاتی نظام میں بڑی تبدیلیاں متعارف کروائی گئیں، جن میں مراعات یافتہ صنعتوں سے دہائیوں سے ملی ہوئی مراعات واپس لے لی گئیں اور دستاویزی معیشت کی جانب قدم اٹھایا گیا تو سب نے بہ یک زبان ہوکر اس سے انکار کردیا۔ حکومت کو خوف ناک نتائج کی دھمکیوں پر اُتر آئے۔ اگر اُن کے سرکردہ سرمایہ کاروں سے پوچھا جائے کہ انھوں نے پاکستان دشمن معاہدات کیوں کیے؟ تو میڈیا پر اُن کی پارسائی کا شور مچادیا جاتا ہے۔ یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ جیسے جیلوں میں بند سیاسی قائدین نے گزشتہ تین دہائیوں میں اکیلے ہی سب کچھ لوٹ لیا۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے سرکردہ سرمایہ کاروں سے آرمی چیف کی ملاقات ہوئی، جس میں بہ ظاہر تو اُن سب کو حوصلہ دیا گیا، لیکن دراصل اُن سب کو یہ پیغام دیا گیا کہ اب آقا بدلنے کا وقت ہے۔ یہ شور و غوغا بند کرو اور نئے سیٹ اپ کے ساتھ مل کر کام کرو، ورنہ پاکستانی سرمایہ کار کیا کررہے ہیں؟ یہ سب کو معلوم ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ہمارے مقامی سرمایہ کاروں کو پُرانے بندھن توڑنے ہوں گے۔ اس کا آغاز ہوچکا ہے اور ایک تازہ دم مفاداتی گروپ قائم ہوا چاہتا ہے۔ دھرنے کی ناکامی اس نئے گروپ کی تشکیل پر مہر ثبت کردے گی۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

اُبھرتا ہوا مشرق اور عالمی سیاسی صف بندی

(The Dawn of the East and the World Political Order)

ولڈائی ڈسکشن کلب کی 16 ویں سالانہ میٹنگ کا آغاز 30/ستمبر سے 3/اکتوبر 2019ء تک روس کے شہر سوچی میں کانفرنسز کی شکل میں ہوا۔ اجلاس کا موضوع ''اُبھرتا ہوا مشرق اور دنیا کی سیاسی صف بندی'' تھا۔ اجلاس میں اقوامِ عالم کے مابین کثیرالجہتی مسائل پر مکالمے کا آغاز ہوا۔ روس کی طرف سے دنیا کی حالیہ تشکیل سے ہٹ کر نئے عالمی منظرنامے کا خاکہ زیرِ بحث لایا گیا، جس میں مشرقی ممالک کے حوالے سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ مثلاً مشرق کے تناظر میں دنیا کی تزویراتی تشکیل، مشرقِ وسطیٰ بہ طور عالمی سیاست کی جولان گاہ، ایندھن کی خصوصی اہمیت، خطے میں عدمِ استحکام کو روکنے کے ممکنہ طریقے، مفادات میں توازن برقرار رکھنے کا لائحۂ عمل، مذہبی انتہا پسندی اور اس کے سیاست پر اثرات، عظیم یوریشیا اور جغرافیائی معاشی تنظیم، افریقا۔ توقعات، مواقع، اندیشے اور دھمکیاں، روس اور اسلامی دنیا وغیرہ وغیرہ۔

موضوعات کے انتخاب سے ایجنڈے کی نوعیت واضح ہوتی ہے۔ ولڈائی جھیل تازہ پانیوں کا ایک ایسا ذخیرہ ہے، جو خطے کے باسیوں کے لیے زندگی کا اہتمام کرتی ہے۔ اس علاقے میں کلب کے قیام کا بنیادی مقصد بھی مستقبل کی دنیا کو جدید تصورات سے مزین کرنا ہے۔ یہ جھیل روس کے شہر سوچی میں واقع ہے، جو اس کے دارالحکومت ماسکو سے 1600 کلومیٹر دوری پر جنوب میں بحیرۂ اسود کے مشرقی ساحل پر ہے، جہاں 2004ء میں 'ولڈائی ڈسکشن کلب' قائم کیا گیا۔ کلب میں دنیا کے دانش ور اور سیاسی مدبرین بے مثال مکالمے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اس سال اجلاس میں جن ممالک نے خصوصی طور پر شرکت کی، ان میں آذربائیجان، اُردن، قزاقستان اور فلپائن کے صدور شامل تھے، جن کے ساتھ روسی صدر ولادی میر پیوٹن کی خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ روسی صدر نے اپنا مؤقف پیش کرنے کے بعد تمام شرکا کے سوالوں کے جوابات دیے۔

دنیا میں ہر پالیسی کی ایک عمر ہوتی ہے اور عمر کے ساتھ ایک کردار۔ دونوں اگر انسانیت کے لیے مفید رہیں تو ان کے تادیر قائم رہنے کا اہتمام ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر دونوں ہی اپنے بنیادی مقاصد سے ہٹ جائیں اور محض گروہی مفادات کے گرد گھومنا شروع ہو جائیں تو انھیں کسی وسعتِ قلبی اور بلند نظری کی حامل جماعت سے بدلنا ہوتا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے، جس کا اہتمام قدرت وقتاً فوقتاً کرتی رہتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل کو جو اُس (گزشتہ) زمانے کے مسلمان اور پیغمبروں کی نسبی اولاد تھے، (اللہ تعالیٰ نے) کفار کے ہاتھوں تباہ کرایا اور کفار کو اس کام کے انجام دینے میں (قرآن پاک میں) ''عِبَادًا لَّنَآ'' (اپنے بندے) کہا۔'' (ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 260، طبع: لاہور)

10 جنوری 1920ء میں لیگ آف نیشن اور 24/اکتوبر 1945ء کو یونائیٹڈ نیشن کے قیام کا مقصد دنیا کو جنگ اور اس کے مہلک اثرات سے بچانا تھا۔ چوں کہ اوّل الذکر ادارہ اپنے مقاصد میں ناکام رہا تھا، لہٰذا یہ تقاضا پیدا ہوا کہ اس کی جگہ ایک ایسا عالمی فورم قائم کیا جائے، جو دنیا میں امن، عدل اور معاشی خوش حالی کے قیام کو یقینی بنائے۔ لیگ آف نیشن جس طرح ناکامی و نامرادی کا شکار ہوا تھا، اقوامِ متحدہ بھی اسی طرح اپنے طے شدہ مقاصد میں بے بس اور لاچار دکھائی دیتا ہے۔ 9/اکتوبر 2019ء کو اس کے حالیہ سیکرٹری جنرل کا کہنا ہے کہ: ''اگر رُکن ممالک نے فنڈز فراہم نہ کیے تو ادارہ اپنے 37 ہزار ملازمین کو نومبر میں تنخواہوں کی ادائیگی نہیں کر سکے گا۔'' اس عالمی ادارے نے دنیا بھر کے ممالک میں عمومی خوش حالی پیدا کرنا تو درکنار، دنیا میں محض گروہی مفادات کے حصول کے علاوہ چنداں کوئی کام نہیں کیا۔ اس نے حق بات کہنے والوں کو حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ انھیں حق و سچ کو غالب کرنے کی پاداش میں عبرت کا نشان بنا دیا۔ آج امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اپنے 10/اکتوبر 2019ء کو حالات کے جبر کے تحت جاری کردہ ایک بیان میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ:

''مشرقِ وسطیٰ میں فوج بھیجنا امریکی تاریخ کا بدترین فیصلہ تھا۔'' بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس نے مزید کہا: ''80 کھرب ڈالر خرچ کرنے کے باوجود کچھ نہ ملا اور ہم ملکی تاریخ میں جھوٹے ترین ثابت ہوئے ہیں۔''

اقوامِ متحدہ کو بنے ہوئے آج 74 برس گزر چکے ہیں۔ یہ ادارہ بھی اپنے پیش رَو کی طرح آج دنیا کے لیے بوجھ بن چکا ہے۔ ولڈائی ڈسکشن کلب کہنے کو تو ایک بحث مباحثے کا فورم دکھائی دیتا ہے، ایک رائے یہ ہے کہ یہ تھنک ٹینک کا کردار ادا کر رہا ہے۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو اس نے دنیا کے سیاست دانوں اور ملکوں کے سربراہوں کو بلا کر مختلف علاقوں میں پیدا ہونے والے مسائل کو جس طرح زیرِ بحث لانے کا جو فریضہ سرانجام دیا ہے، اس سے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ ادارہ مستقبل میں اپنی اہمیت کو تسلیم کروائے گا۔

روسی صدر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ: دنیا بلاکس کی سیاست اور محاذ آرائی سے تنگ آ چکی ہے۔ چین کو پھیلاؤ سے روکا جائے۔ یہ نظریہ ایک تباہ کن سوچ کی غمازی کرتا ہے۔ ہمیں ترقی کرتے ہوئے سماج کا حصہ بن کر اس کے فروغ کے عمل میں تعاون کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہندوستان بھی ہمارا نزدیک ترین پڑوسی ملک ہے۔ خلیج میں بحران کے حوالے سے روسی صدر نے کہا کہ: یہ مسئلہ ایران اور سعودی اختلافات کی وَجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسے حل کرنے کے لیے دونوں ملکوں کے درمیان سہولت کاری کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ کیوں کہ دونوں ملکوں میں مسئلے کو حل کرنے کی خواہش موجود ہے۔ ہم نے دنیا کے مسائل کو حل کرنے کے لیے شامی ماڈل کو بنیاد بنایا ہے، جو ایک کامیاب حکمتِ عملی کا مظہر ہے۔ دنیا کے سلگتے ہوئے مسائل کے حل کا فورم اقوامِ متحدہ تھا، جب کہ اس پر گفتگو کہیں اَور ہو رہی ہے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

حضور اکرمؐ تمام اقوام کے لیے معیار اور نمونہ ہیں!

۱۴؍ ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ/ 23؍ نومبر 2018ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''دنیا کی تمام قومیں اپنے اپنے رہنماؤں سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ نبی اکرمؐ دنیائے انسانیت کے امام اور رہنما ہیں۔ انسانیت آپؐ سے رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ نبی اکرمؐ کی ذاتِ گرامی اور آپؐ کی تعلیمات کو قبول کرنا اور انھیں سمجھنا خاص طور پر مسلمانوں پر زیادہ لازمی اور ضروری ہے۔ بالخصوص ایسے ماحول میں کہ جہاں آپؐ کی نسبت سے محض رسومات اور چند نمائشی اقدامات کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ ایسے موقع پر عقل و شعور کی بنیاد پر آپؐ کی سیرت سے صحیح رہنمائی لینا، اس کے مطابق اپنے آپ کو بدلنا اور اپنے لیے جدوجہد کا صحیح راستہ منتخب کرنا مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

اجتماعیت کے حوالے سے تمام اقوامِ عالم کے لیے رحمت بننا حضورؐ کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (107:21) (ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔ قوموں کے قومی نظام بنانے اور اُن اقوام کے درمیان بین الاقوامی تعلقات رحمت اور شفقت کی بنیاد پر قائم کرنے کے لیے آپؐ دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ آپؐ کی بعثت بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب بین الاقوامی سطح کے رحمت و شفقت کے عالم گیر نظام کے قیام کے لیے ہوئی ہے۔ آج حضورؐ کو صرف ایک جماعت کے لیے رحمت بنانے کی سوچ اور نظریہ پروان چڑھ چکا ہے۔ اپنے اپنے تشخصات کے ساتھ انفرادی طور پر آپؐ کو ماننے کے خیالات ہماری سوسائٹی میں رائج ہو چکے ہیں۔ آپؐ کو لوگوں نے فرقوں کا نبی بنا لیا اور ہر فرقہ اپنے تناظر میں اپنی تعبیر رکھتا ہے۔ ایسے موقع پر آپؐ کی زندگی کے وہ امور جو بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب تمام اقوامِ عالم کے لیے معیار اور نمونہ ہیں، ان کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ آپؐ کی ذاتِ گرامی کے انفرادی اعمال و افعال یا اظہارات جیسے لباس، کھانا پینا وغیرہ انفرادی خصوصیات کی اساس پر گروہیتیں پیدا کرنا درست عمل نہیں ہے، بلکہ اجتماعیت کی اساس پر کل انسانیت کے لیے آپؐ نے جو نمونہ ہمارے لیے قائم کیا ہے، اُسے سمجھنا ضروری ہے۔

کل انسانیت اس وقت بحران کی حالت میں ہے۔ مسائل سے دوچار ہے۔ ظالم اور سامراجی طاغوتی قوتیں انسانیت کے درپے ہیں۔ انسانیت مسخ کرنے کے لیے کردار ادا کیا جا رہا ہے۔ اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ دنیا بھر کے مظلوم انسان اپنے بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ ان پر ایک مخصوص طبقہ اپنے مفادات کے لیے مسلط ہو چکا ہے۔ ایسے ماحول میں حضورؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپؐ کے اُس پروگرام کو فروغ دیا جائے، جو ظلم کے بجائے عدل، زحمت کے بجائے رحمت اور انسانیت کو مسخ کرنے کے بجائے انسانیت کی بحالی کا کردار ادا کرے۔''

رحمت، شاہد، مبشر اور نذیر کا مطلب!

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''رحمۃ للعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم میں دوسری جگہ آپؐ کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ کو دنیا میں گواہ اور نگران بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ (45:33) (اے نبی ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حضورؐ کی ایک ایسی اتھارٹی قائم کی ہے کہ جس کی اساس پر قوموں پر اچھے اعمال واجب ہو جاتے ہیں اور بُرے اعمال کے نتیجے میں وہ سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ آپؐ انسانیت کے کسٹوڈین ہیں۔ انسانیت کی حفاظت آپؐ کا بنیادی عمل ہے۔ رحمت کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ ہر ایک سے رحمت و شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں، لیکن اگر انسانیت کے لیے کوئی انسان رحمت کے بجائے زحمت بن رہا ہو، عدل کے بجائے ظلم قائم کرتا ہو، انسانی حقوق ادا کرنے کے بجائے انھیں توڑ رہا ہو تو آپؐ اس پر نگران بھی ہیں۔ نگران کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس انسانی حقوق توڑنے والے کی مزاحمت اور مقابلہ کرے۔ اگر کوئی ظالم' انسانیت کے لیے زحمت بن جائے تو اُس کا ہاتھ روکا جائے۔ جیسے گواہ کسی عدالت میں کسی بات کی سچی گواہی دے دے تو جج اس کی بنیاد پر جزا و سزا کا فیصلہ کر دیتا ہے، اسی طرح اللہ ربّ العزت کی عدالت میں نبی اکرمؐ کی گواہی کی سچائی کی بنیاد پر قوموں کے انعام اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔

اس آیت میں 'شاہد' سے مراد حکمران بھی ہے۔ نبی اکرمؐ جب تک دنیا میں رہے، بہ طور حکمران کے رہے۔ آپؐ ہی اتھارٹی تھے۔ آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپؐ کے نائبین، خلفا، آپؐ کی نمائندگی کرتے ہوئے اسی نگرانی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس لیے تمام اُمتِ مسلمہ سے کہا گیا کہ: ''تم تمام انسانیت کے نگران ہو۔'' (القرآن 143:2) انسانیت میں جہاں ظلم ہو، جہاں زیادتی ہو، انسانی حقوق ٹوٹ رہے ہوں تو اس کا مقابلہ کرنا، اس کی مزاحمت کرنا تمھارا فرض ہے۔

پھر حضورؐ کی اس نگرانی کے اگلے درجے میں آپؐ مبشر اور نذیر ہیں۔ یعنی: (۱) جو لوگ دنیا کے لیے رحمت و شفقت کا نظام بنائیں، اُن کے لیے آپؐ دنیا و آخرت میں اچھے نتائج کی خوش خبری سنانے والے (مبشر) ہیں۔ (۲) اور جو لوگ انسانیت کے لیے زحمت کا سبب بنیں، ان کے لیے آپؐ بُرے نتائج سے ڈرانے (نذیر) والے ہیں۔ یہ ڈرانا محض زبان سے نہیں، بلکہ اپنی طاقت اور قوت سے بھی ہے۔ ظالم کو سب سے پہلے زبان سے روکا جائے۔ وہ اگر اس سے باز نہیں آتا تو پھر اپنی جسمانی طاقت اور قوت سے اس کے ظلم اور بُرائی کو روکا جائے۔ یہ ''اِنذار'' ہے۔ صرف وعظ و نصیحت سے انذار نہیں ہوتا۔ آپ کسی کو ڈرائیں اور مخاطب یہ سمجھے کہ بس ایسے ہی ڈرا رہا ہے، عمل وغیرہ کچھ نہیں کرے گا تو کیا وہ اس سے ڈرے گا؟ جب اُسے پتہ ہو کہ اگر میں باز نہ آیا تو انذار کی بنیاد پر ایک اتھارٹی ہے، جو میرے خلاف اقدام کرے گی، تبھی وہ برائیوں سے باز رہے گا۔''

www.rahimia.org

دعوت الی اللہ کا صحیح طریقۂ کار

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’قرآن حکیم میں اللہ پاک نے نبی اکرمؐ کی اگلی خصوصیت یہ بیان کی کہ: وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ (45:33) آپؐ اللہ کی طرف سے اُس کے حکم اور اجازت سے دعوت دینے والے ہیں۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ دعوت الی اللہ اگر اللہ کی اجازت اور اُس کی رضا کے حصول کے لیے ہو تو دعوتِ حقانی ہے۔ اگر ایسا ہو تو دعوت الی اللہ ہے، اگر دعوت خواہشاتِ نفسانی کے تقاضے سے ہو، کسی نمود و نمائش اور محض ریاکاری سے ہو کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بہت بڑا داعی اور مبلغ ہے، تو یہ نبی والی دعوت نہیں ہے۔ آپؐ کی ذاتِ گرامی سے زیادہ اونچا انسان کون ہوسکتا ہے؟ کیا آپؐ کے دل و دماغ میں کوئی خیال بھی آسکتا تھا کہ آپؐ اپنی خواہش سے کبھی کوئی کام کریں گے؟ آپؐ کے لیے ’’دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ‘‘ فرمادینا کافی تھا، لیکن فرمایا: ’’دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ‘‘ کہ اللہ کی اجازت سے دعوت دینے والے ہیں۔

یہی وَجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ اور صوفیا اس بات پر متفق ہیں کہ کسی آدمی کو وعظ کہنے اور دین کی طرف دعوت دینے کا از خود اختیار نہیں ہے۔ جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہ ہو، یا وہ جس سلسلہ کے شیخ کے ساتھ وابستہ ہے، جب تک وہاں سے اجازت نہ ہو تو دعوت الی اللہ بھی جائز نہیں۔ کیوں کہ اس راستے میں ذاتی خواہشات کا بڑا غلبہ ہوتا ہے۔ کسی اچھے واعظ اور مقرر کو دیکھا کہ بڑی اچھی تقریریں کر رہا ہے تو دل میں یہ خیال پیدا کرلیا جائے کہ بڑے مجمع میں ایسی لچھے دار تقریر تو مجھے بھی کرنی چاہیے، تاکہ لوگ واہ واہ کریں۔ یہ دعوت الی اللہ تو نہ ہوئی، دعوت الی النفس ہوئی۔ جو مسجدیں، مدرسے اور اسلامی دینی جماعتیں اگر اس مقصد کے لیے ہوں کہ اس سے ہماری چوہدراہٹ قائم ہوجائے، اس کے ذریعے سے دنیا کمائی جائے، اپنی مرکزیت سے فائدہ اٹھایا جائے، یہ ناجائز اور حرام ہے۔ اس پر صوفیا اور علمائے ربانیین کا اتفاق ہے۔

جب تک قلب کی اصلاح نہ ہو، عقل و شعور اور دین کا صحیح فہم و بصیرت حاصل نہ ہو اور خود اللہ کی طرف سے قلب کے اندر پکار نہ پیدا ہو، اس وقت تک وعظ کہنا درست نہیں۔ یاد رکھو! بغیر قلبی اصلاح کے دعوت و تبلیغ بھی درست نہیں۔ دین کی اصل دعوت وہ ہے جو دلوں کو بدل دے۔ دلوں کو اپنی طرف کھینچ کر اللہ کی طرف جوڑ دے۔ یہی نبی اکرمؐ کی خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کی طرف ایسی دعوت دینے والے تھے، جس سے دل بدلیں۔

پھر آپؐ ’’سراجاً منیراً‘‘ یعنی ایسے چمکتے ہوئے روشن چراغ کی مانند ہیں کہ جو چاروں طرف نور کی بارش برسا رہا ہے۔ رحمۃ للعالمین سے بات شروع ہوتی ہے اور انسانیت کے لیے ایک چمکتے ہوئے روشن چراغ پر تکمیل ہوتی ہے۔ آپؐ ایسا نور ہیں کہ آپؐ کی ذات سے نکلنے والی نورانیت پوری کائنات کے اندر پھیل رہی ہے۔ اسی نور کے لیے ہی کہا گیا کہ: ’’لو لاک لما خلقت الافلاک‘‘ (اگر آپ نہ ہوتے تو ہم یہ کائنات ہی پیدا نہ کرتے)۔ یہی وہ ’’نقطۂ حُبّیہ‘‘ اور نور ہے، جو دراصل انسانوں کو روشنی دیتا ہے۔ اس نور کی روشنی کو جو قبول کرتے ہیں، وہی کامیاب ہوتے ہیں۔‘‘

رحمۃ للعالمینؐ کا کردار اور آج کا مسلمان

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’قرآن حکیم میں بیان کردہ حضورؐ کی خصوصیات (رحمۃ للعالمین، شاہداً، مبشراً، نذیراً، داعیاً الی اللہ اور سراجاً منیراً) دراصل انسانیت کے لیے آپؐ کی ذمہ داریاں ہیں، جنھیں پورا کرنے کے لیے آپؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ انھیں صحیح تناظر میں سمجھنا اور ان کے مطابق اپنی زندگی سنوارنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ لیکن اگر سیرت کے یہ پہلو تو ہمارے سامنے نہ ہوں اور ہم رسومات و خرافات میں مبتلا ہوجائیں۔ میلاد النبی کے نام پر سڑکیں، گلیاں، عمارتیں اور مساجد پر تو چراغاں کرلیں، لیکن دل کے اندر اندھیرا ہو اور نبیؐ کی تعلیمات پر عمل نہ کریں تو نبیؐ سے ایسی وابستگی کوئی نتائج پیدا نہیں کرے گی۔

حضور اکرمؐ رحمت للعالمین ہیں، جب کہ آج کا مسلمان زحمت للعالمین ہے۔ اقوامِ عالم کے لیے ایک مصیبت کا عنوان بنا ہوا ہے۔ ہر ایک اس سے خوف زدہ ہے کہ کہیں یہ دہشت گرد ہی نہ ہو۔ وہ مسلمان جسے شاہداً اور نگران اور انسانیت کا کسٹوڈین ہونا تھا، انسانیت پر ظلم کرنے والوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا تھا، وہ آج ظالموں، چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کے ساتھ مل گیا۔ اُسے تو ظالموں کو ڈرانا تھا اور مظلوم انسانوں کو دنیا میں ترقی اور کامیابی کی خوش خبری سنانے والا بننا تھا۔ وہ سرمایہ پرست حکمرانوں اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے مال داروں کو جنت کی خوش خبریاں سناتا ہے کہ اگر اس کی مسجد، مدرسے کی رسید کٹوا لو تو دنیا بھر کی ساری جنتیں تمھارے لیے ہیں۔ وہ بڑے بڑے پیروں، نعت خوانوں کی جیبیں تو بھرے گا، لیکن غربت سے مرنے والے بے چارے غریب کی غربت دور کرنے کا کوئی درست نظام بنانے کی نہ اہلیت اور صلاحیت پیدا کرتا ہے، نہ اس کے لیے کوئی تحریک اور کوئی جدوجہد کرتا ہے۔

مسلمان کو تو نبی اکرمؐ کی تعلیمات کے فروغ کے لیے اللہ کے حکم سے دعوت الی اللہ دینی تھی، لیکن وہ دعوت دیتا ہے کھانے پینے، مال بٹورنے اور ذاتی مفادات اٹھانے کی۔ وہ برینڈڈ کمپنیوں اور بوتیکس کے لیے مختلف رنگ کی پگڑیاں پہننے اور لباسِ فاخرہ استعمال کرنے کی دعوت کا نمونہ ہے۔ یہ دعوت الی اللہ ہے یا دعوت الی التعیّش ہے؟ آج ہمیں یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان انسانیت کے لیے سراجاً منیراً ہے یا ظلمت کا نمائندہ ہے؟ وہ ایک چمکتا ہوا چراغ ہے جس سے لوگ اندھیرے میں روشنی حاصل کریں؟ یا مزید اندھیرے کو پھیلانے کا محور اور لوگوں کے لیے ضلالت اور گمراہی کا سبب بن چکا ہے؟

آج بڑا المیہ ہے کہ ہم نے حضورؐ کی سیرت کو بہ حیثیتِ مجموعی پسِ پشت ڈال دیا۔ آپؐ کی سیرت کے اجتماعی پہلوؤں کو نظر انداز کردیا۔ ذاتی خواہشات کے پیچھے پڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوگئے۔ اس لیے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کریں اور نبی اکرمؐ کی سیرت کے مذکورہ پہلوؤں کو سمجھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بدلنے کے لیے کردار ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!‘‘

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

''قصص القرآن''، ''اسلام کا اقتصادی نظام''، ''اَخلاق اور فلسفۂ اَخلاق''، ''البلاغ المبین'' اور ''سیرتِ رسولِ کریمؐ'' ایسی بلند پایہ کتب کے مصنف اور برعظیم کی آزادی میں تادمِ آخر مجاہدانہ کردار ادا کرنے والی ہستی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا نام سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ مولاناؒ کی ولادت 1900ء میں قصبہ سیوہارہ، ضلع بجنور میں ہوئی۔ اصل نام معزالدین جب کہ تاریخی نام ''حفظ الرحمٰن'' اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ ان کے والد مولوی شمس الدین صدیقیؒ کا شمار اپنے علاقے کے صالح بزرگوں میں ہوتا تھا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ بچپن سے ہی بڑے ذہین تھے۔ انھوں نے ابتدائی کتب مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھیں۔ پھر مدرسہ فیضِ عام سیوہارہ سے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم ہی میں ''معین المدرس'' مقرر ہو گئے تھے۔

جنگِ عظیم اوّل (18-1914) کے بعد ہندوستان کی تحریکِ آزادی نے ایسی صورت اختیار کر لی تھی، جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ اسی سیاسی صورتِ حال میں نوعمری ہی میں مولاناؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز 1919ء میں ہوا۔ 1920ء میں جب تحریکِ خلافت عروج پر تھی، اس وقت سیوہارہ میں ایک یادگار اجتماع منعقد کروانے میں موصوفؒ کا کردار بہت اہم ہے۔ اس جلسے کی صدارت حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے کی تھی۔ جلسے کے انعقاد کی پاداش میں انھیں گرفتار کر لیا گیا اور ڈیڑھ سال تک قید رہے۔

1926ء میں مدراس تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مدرسے میں درس و تدریس کے فرائض ادا کرتے رہے۔ 1928ء میں ڈابھیل تشریف لے گئے اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) میں درس و تدریس سے وابستہ ہوئے۔ 1930ء میں مدرسے کے معمولات سے فارغ ہو کر مکمل طور پر جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے سیاسی امور کی جانب متوجہ ہوئے۔ 1933ء میں جب حج کے سلسلے میں حجاز تشریف لے گئے تو وہاں امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے خوب استفادہ کیا۔ ان کی زندگی کا تمام تر سیاسی کام انھی بنیادی امور کی اساس پر تھا، جن کی جانب مولانا سندھیؒ نے رہنمائی فرمائی تھی۔ 1934ء میں کلکتہ میں قیام کے دوران تقریباً 2 سال تک تصنیف کا کام کیا، جسے خاص و عام میں بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ اسی دوران تصنیف و تالیف سے ایک مستقل ادارے کے قیام کا خیال آیا تو دہلی میں 1938ء میں مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کے ساتھ مل کر ''ندوۃ المصنّفین'' کی بنیاد رکھی۔

مولانا سیوہارویؒ کو 1942ء میں جمعیت علمائے ہند کا ناظمِ عمومی مقرر کیا گیا تو ان کی سیاسی سرگرمیاں پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ دن دیکھا نہ رات اور فنا فی الجمعیۃ ہو گئے۔ یہ ذمہ داری انھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک بڑی خوبی کے ساتھ نبھائی۔

1947ء میں یوں تو ہم نے انگریز سے آزادی حاصل کر لی، لیکن جو قیمت اس قوم نے چکائی، اس کے خیال سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسی قوم جس نے صدیوں تک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی بسر کی، وہ ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو چکی تھی۔ مذہبی فرقہ واریت کی ایسی خوف ناک لہر چلی کہ مسلمانوں کو لوٹنا، مارنا اور شہید کرنا گویا معمولی سی بات تھی۔ دیگر ریاستوں سے اور خود دہلی سے اسی طرح کی خبریں آ رہی تھیں، لیکن مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے شہر شہر جا کر اس آگ کو اپنے خون پسینے سے بجھایا۔ فسادات کا نقشہ کچھ اس انداز سے گاندھی جی کے سامنے کھینچا کہ انھوں نے ''مرن برت'' رکھ کر خواص و عام کو امن کی جانب آمادہ کیا۔ گاندھی جی کا یہ مشہور مرن برت مولانا موصوف کی انتھک کاوشوں کی وَجہ سے ہی کامیاب ہوا تھا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ: ''مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی 1947ء کے خونی دور کے ایک دن کی خدمت، محض خانقاہی لوگوں کی عمر بھر کی عبادت سے زیادہ ہے۔'' بہ قول ڈاکٹر ذاکر حسینؒ: ''مولاناؒ کی زندگی صلہ و ستائش سے ہمیشہ بے نیاز رہی۔۔۔ وہ قومی اتحاد اور یک جہتی کے علم بردار تھے۔''

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں قومی زبان کا مسئلہ درپیش ہوا تو ہندی زبان کی جگہ ہندوستانی زبان کو قومی درجہ دلانے اور اس کا رسم الخط اردو اور دیوناگری کرانے کی کوششوں میں بھی مولانا موصوف کی کاوشوں کا بڑا دخل رہا ہے۔ اس کے لیے مولاناؒ نے دہلی، یوپی، لکھنؤ، علی گڑھ، جے پور، راجستھان اور ملک کے دیگر حصوں میں تحریک چلائی۔ دیگر علاقائی زبانوں مثلاً اردو، مراٹھی، گجراتی، تامل وغیرہ کو ان کا مقام دلایا۔ دسمبر 1947ء کو روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی دوبارہ جاری کرنے میں مولانا موصوف کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ یہ رسالہ 9 سال قبل ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت بند کر دیا گیا تھا۔ آپؒ نے جمعیت بک ڈپو، لائبریری اور پریس بھی قائم کیا۔

1947ء تا 1962ء مسلسل 15 سال مولانا سیوہارویؒ نے جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے کسی مرعوبیت کے بغیر مسلمانوں کے سیاسی و معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے پہلے دستور ساز اسمبلی، پھر قانون ساز اسمبلی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مولاناؒ کی قربانیوں کو سراہتے ہوئے انھیں مسلمانوں کی جانب سے ''مجاہدِ ملت'' کا لقب دیا گیا۔

مولاناؒ کی تصانیف کا سلسلہ بھی 1934ء سے 1947ء تک برابر جاری رہا۔ ان کے آسان فہم طرزِ تحریر سے جہاں سیرتِ رسولؐ کی اجتماعی حیثیت کو سمجھنا آسان ہو گیا، وہیں اسلام کے معاشی اصولوں کا فہم اور ان کی دیگر نظاموں سے موازنہ بھی مشکل نہیں رہا۔

مسلسل اسفار اور مصروفیات کی وَجہ سے 1961ء میں علیل ہوئے اور 23/جنوری 1962ء کو بسترِ علالت پر دراز ہو گئے۔ علاج کی غرض سے بیرون ملک بھی لے جایا گیا، لیکن افاقہ نہ ہوا اور یکم/ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ/ 2/اگست 1962ء کو جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تدفین ''مہندیان'' دہلی میں مزار امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے قریب عمل میں آئی۔

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا کتب خانہ خانقاہ راشدیہ قادریہ کا دورہ

ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سندھ کے دورے کے دوران مؤرخہ 19/مارچ 2019ء کو پیر جو گوٹھ کنگری میں واقع ''لائبریری درگاہ شریف پیر پگاڑا'' بھی تشریف لے گئے۔ اس وزٹ کا اہتمام پروفیسر محمد یوسف سکندری اور حافظ مرید سکندری نے کیا تھا۔ حضرت اقدس کی معیت میں راقم الحروف، انجینئر آفتاب احمد عباسی، مولانا ہدایت اللہ اور شاہ محمد وسطڑ وصبح 10 بجے خیر پور میرس سے پیر جو گوٹھ پہنچے، جہاں جامعہ راشدیہ قادریہ کے استاذ قاری محمد علی اور مدرسے کے دیگر اساتذہ اور طلبا نے حضرت رائے پوری مدظلہٗ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اس درس گاہ کا شمار سندھ کی بڑی دینی درس گاہوں میں ہوتا ہے، جس کی بنیاد سیّد محمد راشد المعروف روزہ دھنی (م1818ء) نے رکھی تھی۔ درس گاہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد رحیم صاحب سے ملاقات کے دوران حضرت اقدس مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ کی جانب سے لائبریری کے لیے کتب بھی پیش کیں۔ دورانِ گفتگو ولی اللّٰہی تحریک اور خانقاہِ عالیہ راشدیہ قادریہ کے باہمی تاریخی تعلقات بھی زیر بحث آئے۔ اس ملاقات کے بعد درگاہ کے شاہی دروازے کے سامنے واقع تاریخی لائبریری جانا ہوا، جہاں لائبریرین مولانا محمد نے استقبال کیا جو کہ پہلے سے ہی منتظر تھے۔ تعارف کے بعد لائبریری کا تفصیلی وزٹ کیا گیا۔ ہماری رہنمائی کے لیے قاری محمد علی ہمراہ موجود رہے۔ یہ لائبریری اس خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت سیّد صبغت اللہ شاہ اوّل (م1931ء) نے قائم کی تھی۔

اس لائبریری کی جدید عمارت 1999ء میں مکمل ہوئی۔ اس کے گراؤنڈ فلور میں ایک بڑا ریڈنگ ہال ہے، جہاں کرسیاں، میز اور مہمانوں کے بیٹھنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ تمام کتابوں کی کیٹلاگ موجود ہے۔ لائبریری میں 100 سے زائد موضوعات پر انگلش، عربی، فارسی، اردو اور سندھی زبان میں 35 ہزار سے زائد کتب، رسائل، سرکاری دستاویزات اور مخطوطات موجود ہیں۔ 1000 سے زائد قلمی مخطوطات ایک الگ کمرے میں اہتمام سے رکھے گئے ہیں۔ ان مخطوطات میں قرآنِ حکیم کے قدیم نسخوں سمیت دیگر نایاب کتب بھی ہیں، جن کا اندراج ایک الگ رجسٹر میں کیا گیا ہے۔ لائبریری کی اس عمارت کی پہلی منزل میں ایک میوزیم بھی قائم کیا گیا ہے، جس کے ایک کمرے میں راشدی خاندان کے تبرکات، عصا، جبہ، دستار اور زیرِ استعمال دیگر اشیا شوکیس میں زیارت کے لیے رکھی گئی ہیں۔ دوسرے کمرے میں خانۂ کعبہ کے غلاف کے علاوہ دیگر مقدس اسلامی مقامات کے تبرکات ہیں، جب کہ تیسرے کمرے میں قرآنِ حکیم، احادیث، فقہ، تصوف اور تاریخ کے قلمی نسخے حفاظت سے رکھے گئے ہیں۔ لائبریریز مولانا محمد اور محمد ایاز حسین نے کمال مہارت سے لائبریری کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔

حضرت اقدس مدظلہٗ اور دیگر احباب نے پوری لائبریری کا وزٹ کیا، چنیدہ مخطوطات ملاحظہ کیے اور تاثرات رجسٹر میں حضرت اقدس مدظلہٗ نے اپنے تاثرات کا اندراج اس طرح فرمایا:

''بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم. نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم.

أمّا بعد! الحمدللہ تعالیٰ! لائبریری راشدیہ درگاہ پیر صاحب پگارا شریف دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ماشاء اللہ اچھی کتابوں کی کلیکشن ہے۔ خاص طور پر پیر صاحب پگارا مردان علی شاہ کے زیرِ مطالعہ رہنے والی کتب اس لائبریری کی زینت ہیں۔ مخطوطات کی تعداد بھی ایک ہزار کے قریب ہے۔ قدیم کتابیں یہاں بہت ہیں۔ اہلِ علم کے لیے اس ذخیرۂ علمی سے استفادے کا خاص موقع ہے۔ سندھ کے اس علاقے میں علمی استفادے کے لیے ان مواقع سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ زندہ قومیں اپنے علمی ذخیرے سے فائدہ اٹھا کر قومی، تاریخی، ثقافتی حیاتِ نو کے لیے کام کرتی ہیں۔ غلامی، جہالت اور زوال کے دور میں اس علمی ذخیرے کی حفاظت بہت بڑا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم کو اس سے استفادے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سدا آباد رکھے۔

دستخط: عبدالخالق آزاد رائے پوری 19/مارچ 2019ء/ ۱۱/رجب ۱۴۴۰ھ''

لائبریرین کی جانب سے ریفریشمنٹ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس دوران لائبریرین مولانا محمد سے مختصر گفتگو کے بعد قاری محمد علی کے ہمراہ راشدی خاندان کے مزارات پر بھی حضرت اقدس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد خیر پور میرس واپسی ہوئی۔

بقیہ: سرمایہ کار یا بلیک میلر

آرمی چیف کی میٹنگ میں موجود چند بڑے مقامی سرمایہ کاروں کے اعداد و شمار جو اُن کی اپنی ویب سائٹ پر موجود ہیں، کے مطابق سال 2018ء اور 2019ء جون تک ان میں سے سب کی سالانہ آمدن میں اضافہ ہوا ہے۔ مجموعی طور پر ان سے متعلق پراجیکٹس نے گزشتہ سال کی نسبت زیادہ بجلی استعمال کی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ معیشت صرف عام عوام کی ہی خراب ہے۔ یہ سرمایہ کار تو اس لیے متحد اور مستعد ہیں، تاکہ ان کا پُرانا سلسلہ چلتا رہے۔ چناں چہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سرکردہ سرمایہ کاروں نے اس گرتی ہوئی معیشت میں بھی مال بنایا ہے۔ درجِ ذیل جدول میں سال 2018ء سے 2019ء کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ معیشت کس کی خراب ہوئی ہے:

سرمایہ کار	سالانہ منافع	سالانہ آمدن
انڈس موٹرز:	14 سے 16 ارب	140 سے 158 ارب
اینگرو:	10 سے 12.7 ارب	128 سے 172 ارب
نشاط گروپ:	5.5 سے 5.6 ارب	53 سے 55 ارب
فاطمہ گروپ:	12.6 سے 13 ارب	46 سے 46 ارب
محمود گروپ:	0.2 سے 0.8 ارب	18 سے 24 ارب
حبیب بنک:	8 سے 12 ارب	82 سے 95 ارب
لکی سیمنٹ:	11 سے 12 ارب	47.5 سے 48 ارب
ICI پاکستان:	3 سے 2.3 ارب	49 سے 58 ارب

www.rahimia.org

Monthly **RAHIMIA** Lahore CPL No. 59

منظوم کلام

رضوان رسول، ساہیوال

نذرانۂ عقیدت

بہ حضور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

دامن ترا جو تھام کے چل دی یہ زندگی
تاریک راستوں میں اسے روشنی ملی

اوہام کی زمیں پہ بھٹکنے نہیں دیا
مہمیز کرکے عقل کو پہچان حق کی دی

اُنگلی پکڑ کے سوچ کو چلنا سکھا دیا
فکر و شعور و آگہی بخشش ہیں آپؒ کی

اِک قافلۂ حق سے کیا آشنا ہمیں
اِک بے مثال فکر سے نسبت بھی جوڑ دی

فیضان رائے پور کا جاری کیا یہاں
اس خاک میں بھی بَو دی کِرن آفتاب کی

دل میں خدا کے ذکر کے دیپک جلا دیے
مٹنے لگی ہے قلب سے غفلت کی تیرگی

انسانیت کے درد کا احساس بھی دیا
اس درد کے علاج کی حکمت بھی دان کی

خوش خبری

’’قرآنی شعورِ انقلاب‘‘ (دوجلد) اور ’’سماجی انصاف اور اجتماعیت‘‘ کے نئے ایڈیشن رحیمیہ مطبوعاتؒ لاہور کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔

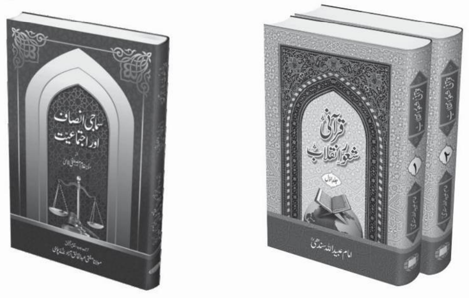

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

ازحضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال اذان میں جب مؤذِن ’حیّ علیٰ الصّلوٰۃ‘ اور ’حیّ علیٰ الفلاح‘ کہے تو صرف گردن دائیں بائیں پھیرے یا سارا جسم (سینہ اور قدم) بھی پھیرے؟ نیز چہرے کا اذان میں دائیں بائیں پھیرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب مؤذن جب ’حیّ علیٰ الصّلوٰۃ‘ کہے تو صرف اپنا چہرہ دائیں طرف اور جب ’حیّ علیٰ الفلاح‘ کہے تو بائیں طرف صرف اپنا چہرہ پھیرے۔ سینہ اور قدم سیدھا ہی (قبلہ کی طرف) رکھے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ چہرے کے دائیں بائیں پھیرنے میں سب سے عمدہ اور معتدل بات یہ ہے کہ اذان میں یہ سنت ہے، نہ کہ اقامت (تکبیر) میں۔

سوال کسی حلال جانور کو اگر گل گھوٹو کی بیماری ہو یا پاگل کتا کاٹ لے تو ایسے جانور کو ذبح کرکے اس کا گوشت کھانے سے متعلق شریعت کیا حکم ہے؟

جواب شرعاً گل گھوٹو یا پاگل کتے کے کاٹنے سے حلال جانور حرام نہیں ہوتا، البتہ اگر طبی طور پر ایسا جانور کھانا نقصان دہ ہو تو اس کے گوشت سے پرہیز لازم ہے۔

سوال ہمارے کچھ عزیزوں نے سرکاری بے آباد جگہ کو سرکار کی اجازت سے آباد کیا ہے۔ کیا ایسی صورت میں وہ شرعاً اس زمین کے مالک بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب ایسی غیر مملوک زمین جو آبادی سے بہت دور ہو اور اس کے قریب آبادی والے اس سے نفع نہ اٹھاتے ہوں اور بلند آواز والے شخص کی آبادی کے کنارے کھڑے ہو کر آواز لگانے سے وہاں آواز نہ پہنچتی ہو تو ایسی بنجر یا بے آباد زمین کو اگر حکومت کی اجازت سے کوئی شخص آباد کرتا ہے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

سوال ایک تنازعہ مدعی (اشفاق احمد) اور مدعا علیہ (احسان الحق ولد عبدالعزیز) کے درمیان تھا۔ اس تنازعے کا پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر مدعی اشفاق احمد کی بہن اس معاملے میں حلف دے کہ مدعا علیہ احسان الحق اور اس کی بیوی چک نمبر 255/EB اشفاق احمد کے گھر گئے تھے اور وہاں سے -/80,000 روپے اُدھار لائے۔ تو ایسی صورت میں مدعا علیہ احسان الحق، مدعی اشفاق احمد کو -/80,000 روپے دینے کا پابند ہوگا۔ کیا شرعاً اس معاملے میں مدعا علیہ کی بہن اور رشتہ دار خاتون حلف دے سکتی ہے؟ جب کہ احسان الحق انکاری ہے کہ میں اور میری بیوی نہ تو اشفاق کے گھر اُس کے گاؤں گئے اور نہ ہی -/80,000 روپے قرض لیے تھے۔ نیز یہ بھی وضاحت درکار ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ میں سے حلف اٹھانا کس فریق پر لازم ہوتا ہے؟

جواب -/80,000 روپے کے اس قرض کے تنازعے میں چوں کہ احسان الحق مدعا علیہ ہے، دوسرے فریق (مدعی) کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں شرعاً قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے۔ لہٰذا مدعی اشفاق یا اس کی بہن کی قسم معتبر نہیں ہے۔

www.rahimia.org

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ’’رحیمیہ‘‘ رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔